

# رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاندان

[یہ اُس کتاب کا ایک باب ہے جو میری مختلف کتابوں اور مضامین سے سیرت پاک پر مرتب کی جا رہی ہے۔ اس میں جہاں ”اضافہ از مؤلف“ لکھا گیا ہے وہ نیا اضافہ ہے اور جہاں کوئی عبارت میری کسی کتاب سے نقل کی گئی ہے وہاں اس کا حوالہ دے دیا گیا ہے۔  
ابوالاعلیٰ ]

حضرت ابراہیم علیہ السلام | یہ بات تاریخی طور پر مسلم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کا تعلق حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل کی اُس شاخ سے تھا جو اُن کے بڑے صاحبزادے حضرت اسماعیل سے چلی ہے اور بنی اسماعیل کہلاتی ہے۔ حضور کی سیرت سے اس معاملہ کا اتنا گہرا تعلق ہے کہ آپ کے ذکرِ مبارک کو حضرت ابراہیم و اسماعیل کے حالات سے ہی شروع ہونا چاہیے، کیونکہ اس کے بغیر نہ یہ سمجھ میں آسکتا ہے کہ عراق کا یہ خاندان اندرونِ عرب کے ایک دور دراز مقام، مکہ کیسے پہنچا، یہاں قبلہ اہلِ توحید کی بنا کیسے پڑی، اور عرب کے اکثر و بیشتر قبائل کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا رشتہ تھا جس کی وجہ سے آپ اس ملک میں ایک غیر معروف نہیں بلکہ خوب جانی ہو بھی شخصیت تھے۔

جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے حضرت ابراہیم عراق کے رہنے والے تھے اُن کا وطن اُترِ عراق کے نرود خاندان کا دارالسلطنت تھا۔ ستائیسہ قبل مسیح کے لگ بھگ زمانے میں، جو بالعموم محققین کے نزدیک حضرت ابراہیم کے ظہور کا زمانہ سمجھا جاتا ہے، یہ ایک بہت بڑا مرکزِ تمدن و تجارت تھا، اور اس کے ساتھ ساتھ اس قوم کے بزرگ کا گڑھ بھی یہی تھا۔ حضرت ابراہیم نے جب اس قوم میں شرک کی مخالفت اور توحید کی دعوت کا آغاز کیا تو ملک کی حکومت، ساری قوم، ان کا اپنا خاندان، حتیٰ کہ اُن کا باپ بھی اُن کا دشمن ہو گیا، اور جب وہ سب اُن کو ڈر وادھم کا کر اس کام سے باز رکھنے میں ناکام ہو گئے تو آخر کار انہوں نے متفق ہو کر آنجناب کو زندہ جلا دینے کے لیے آگ سے بھری ہوئی ایک خندق میں پھینک دیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے آگ کو

مٹھ کر دیا اور آپ اس خندق سے زندہ و سلامت نکل آئے۔ یہ قصہ تفصیل کے ساتھ قرآن مجید میں مذکور ہے (ملاحظہ ہو الانبیاء آیات ۶۸-۶۹۔ العنکبوت، آیت ۲۴-۲۵۔ النقص، ۹۷-۹۸)۔

قرآن مجید کا بیان ہے کہ اس کے بعد آپ اپنا وطن چھوڑ کر سرزمین شام و فلسطین کی طرف ہجرت کر گئے جو اُس زمانہ میں ارضِ کُنعان کہلاتی تھی۔ اس ہجرت میں اُن کے بھتیجے حضرت لوط ان کے ساتھ تھے کیونکہ وہی ان کی قوم میں سے ایمان لائے تھے اور بعد میں اللہ تعالیٰ نے ان کو بھی نبوت سے سرفراز فرمایا۔ دوسری رفیق حضرت ابراہیم کی بیوی سارہ تھیں جنہوں نے مرتے دم تک آپ کا ساتھ دیا اس باب میں قرآن مجید کی تصریحات حسب ذیل ہیں:-

انہوں نے آپس میں کہا ”اس کے لیے ایک  
الاؤ تیار کر دو اور اسے دکھتی ہوئی آگ میں پھینک  
دیں“ انہوں نے اس کے خلاف ایک کارروائی  
کرنی چاہی تھی مگر ہم نے انہی کو نیچا دکھا دیا۔  
اور ابراہیم نے کہا میں اپنے رب کی طرف جاتا  
ہوں (یعنی ہجرت کرتا ہوں) وہی میری رہنمائی  
فرمائے گا۔

قَالُوا ابْنُوا آلَهُ بُيُوتًا فَأَلْفُوكُمْ فِي الْجَحِيمِ  
فَارَادُوا بِهِ كَيْدًا فَجَعَلْنَاهُمُ الْأَسْفَلِينَ  
وَقَالَ إِنِّي ذَاهِبٌ إِلَىٰ رَبِّي سَيَهْدِيْنِ  
(النقص ۹۷-۹۸)

پھر اس قوم کا جواب اس کے سوا کچھ نہ  
تھا کہ انہوں نے کہا ”قتل کر دیا جلاؤ اور اس  
کو“ آخر کار اللہ نے اسے آگ سے بچالیا.....  
اُس وقت لوط نے اُس کو (یعنی حضرت ابراہیم کو)  
ماتا اور ابراہیم نے کہا میں اپنے رب کی طرف  
ہجرت کرتا ہوں، وہ زبردست اور حکیم ہے۔  
اور ہم اسے (یعنی حضرت ابراہیم کو) اور  
لوط کو بچا کر اس سرزمین کی طرف نکال  
ے گئے جس میں ہم نے دنیا والوں کے لیے

فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ إِلَّا أَنْ قَالُوا  
اقْتُلُوا أَوْ حَرِّقُوهُ فَأَنجَاهُ اللَّهُ مِنَ النَّارِ...  
... فَأَمَّنَ لَهُ لُوطٌ - وَقَالَ إِنِّي مُهَاجِرٌ  
إِلَىٰ رَبِّي إِنَّهُ هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ -

(العنکبوت ۲۴ تا ۲۵)

وَجَعَلْنَاهُ وَلُوطًا إِلَى الْأَرْضِ الَّتِي بَارَكْنَا  
فِيهَا لِلْعَالَمِينَ

(الانبیاء- ۷۱)

برکتیں رکھی ہیں۔

وَلَوْطًا آتَيْنَاهُ حُكْمًا وَعِلْمًا (الانبیاء - ۷۸)  
وَإِنَّ لَوْطًا لَّمِنَ الْمُرْسَلِينَ -  
اور لوٹ کو ہم نے حکم اور علم بخشا (یعنی نبوت عطا کی)۔  
اور لوٹ بھی ان لوگوں میں سے تھا جو

(النفث - ۱۳۳) رسول بناٹے گئے ہیں۔

حضرت ابراہیمؑ کی اس ہجرت کے بعد ان کی قوم کا کیا انجام ہوا، اس کی کوئی تفصیل قرآن مجید میں نہیں آئی ہے، مگر سورۃ توبہ آیت ۷۰ میں اُس کا ذکر بھی اُن قوموں میں کیا گیا ہے جو عذاب میں مبتلا کی گئیں۔

رہی یہ بات کہ ہجرت میں حضرت لوٹ کے ساتھ حضرت سارہ بھی حضرت ابراہیمؑ کے ساتھ تھیں، تو اس کی تصریح اگرچہ قرآن میں نہیں کی گئی ہے، لیکن قرآن کے بعض بیانات سے یہی مترشح ہوتا ہے کہ ہجرت کے وقت حضرت ابراہیمؑ شادی شدہ تھے اور ان کی اہلیہ ہجرت میں ان کے ساتھ شریک تھیں۔ مثلاً سورۃ صافات میں ہے کہ ہجرت کرتے وقت حضرت ابراہیمؑ نے دعا فرمائی رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصَّالِحِينَ۔ ”میرے پروردگار مجھے صالح اولاد عطا فرما“ یہ دعا ایک شادی شدہ آدمی ہی کر سکتا تھا اور وہ بھی اُس صورت میں جبکہ وہ وطن سے ہجرت کرتے وقت یہ دعا کر رہا ہو۔ بائبل کے تاریخی بیان سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ اس ہجرت میں حضرت سارہ شامل تھیں۔ لیکن اس سلسلہ میں بائبل کے دوسرے بیانات بالکل بے سرو پا ہیں۔ مثلاً وہ کہتی ہے کہ حضرت سارہ حضرت لوٹ کی حقیقی بہن اور حضرت ابراہیمؑ کی سگی بھتیجی تھیں جن سے انہوں نے نکاح کیا تھا، اور اس ہجرت میں حضرت ابراہیمؑ کے ساتھ اُن کا باپ بھی شریک تھا، پیدائش، باب ۱۱ - فقرات ۷ تا ۳۲)۔ حالانکہ صرف قرآن ہی نہیں تلمود بھی یہ شہادت دیتی ہے کہ حضرت ابراہیمؑ پر دعوتِ توحید کی پاداش میں جو مظالم کیے گئے تھے اُن میں خود اُن کا باپ بھی شریک تھا (منتخبات تلمود از ایچ یولوف، لندن، صفحہ ۳ تا ۴۴)۔ نیز یہ بات خدا کی کسی شریعت میں بھی جائز نہ تھی کہ کوئی شخص اپنی سگی بھتیجی سے شادی کرے، کجا کہ ایک نبی اس کا مرتکب ہو۔

(اضافہ از مؤلف)

حضرت ابراہیمؑ کی تبلیغی سرگرمیاں | حضرت نوحؑ کے بعد حضرت ابراہیمؑ پہلے نبی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اسلام کی

۱۔ برکت والی زمین اور بستیوں سے مراد شام و فلسطین کا علاقہ ہے جسے سورۃ اعراف آیت ۱۳۷، بنی اسرائیل

آیت ۱، اور الانبیاء آیت ۸۱ میں بھی اسی لقب سے یاد کیا گیا ہے (تفہیم القرآن، جلد چہارم، سہا، حاشیہ ۳۱)۔

عالمگیر دعوت پھیلانے کے لیے مقرر کیا تھا۔ انہوں نے پہلے خود عراق سے مہرتک اور شام و فلسطین سے ریگستان عرب کے مختلف گوشوں تک برسوں گشت لگا کر اللہ کی اطاعت و فرماں برداری (یعنی اسلام) کی طرف لوگوں کو دعوت دی۔ پھر اپنے اس مشن کی اشاعت کے لیے مختلف علاقوں میں خلیفہ مقرر کیے۔ شرق اُردن میں اپنے بھتیجے حضرت لوط کو، شام و فلسطین میں اپنے بیٹے حضرت اسحاق کو، اور اندرون عرب میں اپنے بڑے بیٹے حضرت اسماعیل کو مامور کیا۔ پھر اللہ تعالیٰ کے حکم سے مکے میں وہ گھر تعمیر کیا، جس کا نام کعبہ ہے اور اللہ ہی کے حکم سے وہ اس مشن کا مرکز قرار پایا۔

حضرت ابراہیم کی نسل سے دو بڑی شاخیں نکلیں: ایک حضرت اسماعیل کی اولاد جو عرب میں رہی۔ قریش اور عرب کے بعض دوسرے قبائل کا تعلق اسی شاخ سے تھا۔ اور جو عرب کے قبیلے نسل حضرت اسماعیل کی اولاد نہ تھے وہ بھی چونکہ اُن کے پھیلانے ہوئے مذہب سے کم و بیش متاثر تھے، اس لیے وہ اپنا سلسلہ اُنہی سے جوڑتے تھے۔ دوسرے حضرت اسحاق کی اولاد، جن میں حضرات یعقوب، یوسف، موسیٰ، داؤد، سلیمان، یحییٰ، عیسیٰ اور بہت سے انبیاء علیہم السلام پیدا ہوئے اور حضرت یعقوب کا نام چونکہ اسرائیل تھا اس لیے یہ نسل بنی اسرائیل کے نام سے مشہور ہوئی۔ اُن کی تبلیغ سے جن دوسری قوموں نے ان کا دین قبول کیا، انہوں نے یا تو اپنی انفرادیت بھی اُن کے اندر گم کر دی، یا وہ نسل اُن سے الگ رہے، مگر مذہباً ان کے متبع رہے۔ اسی شاخ میں جب پستی و تنزل کا دور آیا، تو پہلے یہودیت اور پھر عیسائیت نے جنم لیا۔

حضرت ابراہیم کا اصل کام دنیا کو اللہ کی اطاعت کی طرف بلانا اور اللہ کی طرف سے آئی ہوئی ہدایت کے مطابق انسانوں کی انفرادی و اجتماعی زندگی کا نظام درست کرنا تھا۔ وہ خود اللہ کے مطیع تھے، اس کے دیے ہوئے علم کی پیروی کرتے تھے، دنیا میں اُس علم کو پھیلاتے تھے اور کوشش کرتے تھے کہ سب انسان مالکِ کائنات کے مطیع ہو کر رہیں۔ یہی ندمت تھی، جس کے لیے وہ دنیا کے

۱۷ چونکہ حضور کے دور تک ڈھائی ہزار سال کے دوران میں اولاد اسماعیل کے مختلف خاندانوں نے اہل عرب کے دوسرے بہت سے خاندانوں کے ساتھ شادی بیاہ کے تعلقات قائم کیے تھے، اس لیے جیسا کہ انسانی فطرت کا تقاضا ہے، یہ دوسرے خاندان بھی اس مقدس خاندان کے ساتھ رشتہ داری کو اپنے لیے

باعث فخر سمجھتے تھے اور اپنے نسب ناموں میں اس کا ذکر کرتے تھے۔ (حاشیہ از مؤلف)

امام پیشوا بنائے گئے تھے۔ اُن کے بعد یہ امامت کا منصب اُن کی نسل کی اُس شاخ کو ملا جو حضرت اسحاق اور حضرت یعقوب سے پہلی اور بنی اسرائیل کہلائی۔ اسی میں انبیاء پیدا ہوتے رہے، اسی کو راہِ راست کا علم دیا گیا، اسی کے سپرد یہ خدمت کی گئی کہ اس راہِ راست کی طرف اقوامِ عالم کی رہنمائی کرے، اور یہی وہ نعمت تھی جسے قرآن میں اللہ تعالیٰ نے بار بار اس نسل کے لوگوں کو یاد دلایا ہے۔ اس شاخ نے حضرت سلیمان کے زمانے میں بیت المقدس کو اپنا مرکز قرار دیا۔ اس لیے جب تک یہ شاخ امامت کے منصب پر قائم رہی، بیت المقدس ہی دعوتِ الی اللہ کا مرکز اور خلا پرستوں کا قبلہ رہا۔

(تفہیم القرآن جلد اول البقرہ حاشیہ ۱۲۳)

حضرت اسماعیل کی پیدائش | اولادِ ابراہیم کی دوسری شاخ، بنی اسرائیل میں جو دوسرے عیوب پیدا ہوئے ان میں سے ایک عیوب یہ بھی تھا کہ تاریخ کو مسخ کر کے ہر فکر کو وہ اپنے لیے مخصوص کرنے لگے، اور جن جن دوسری قوموں سے تاریخ کے دوران میں ان کی کشمکش یا رقابت رہی اُن سب کا منہ کالا کرنے کی انہوں نے پوری کوشش کی۔ اس کی بہت سی مثالوں میں سے ایک یہ ہے کہ اس کے نزدیک حضرت لوط سرے سے پیغمبر ہی نہ تھے اور کسی دعوت کے کام پر حضرت ابراہیم نے اُن کو مامور کر کے ارضِ سدوم میں نہیں بھیجا تھا، بلکہ دونوں چچا بھتیجیوں میں جھگڑا ہو گیا تھا اور چچا نے بھتیجے کو الگ کمپنیاں اور جا بسنے کے لیے کہہ دیا تھا (پیدائش، باب ۱۳ فقرات ۵ تا ۱۲)۔ دوسری اس سے بھی زیادہ گھناؤنی مثال یہ ہے کہ بائبل کی رو سے جب قوم لوط پر عذاب آیا تو حضرت لوط اپنی دو بیٹیوں کو لے کر وہاں سے نکل گئے، اور اپنے چچا کے پاس نہیں گئے جو ارضِ سدوم سے قریب ہی فلسطین کے شہر خبزون میں رہتے تھے، بلکہ ایک غار میں جا کر رہنے لگے۔ وہاں معاذ اللہ ان کی دونوں بیٹیوں نے ان کو شراب پلا کر ان سے ہم آغوشی کی جس سے دونوں حاملہ ہو گئیں۔ ایک سے موآب پیدا ہوا جو موآبیوں کا باپ ہے اور دوسری سے بن نعتی پیدا ہوا جو بنی عمون کا باپ ہے (پیدائش، باب ۱۹ فقرات ۳۰ تا ۳۸)۔ یہ ڈھنگ ہے جس سے بنی اسرائیل نے موآبیوں اور عمونیوں کے خلاف اپنے دل کا بغض نکالا ہے، کیونکہ بعد کی تاریخ میں ان قبیلوں سے اُن کی سخت کشمکش برپا رہی ہے۔

ایسا ہی معاملہ ان لوگوں نے بنی اسماعیل سے بھی کیا ہے۔ بائبل میں وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت اسماعیل کی والدہ حضرت ماجرہ، حضرت سارہ کی کنیز تھیں۔ حضرت سارہ نے یہ دیکھ کر کہ وہ بے اولاد ہیں، حضرت ابراہیم سے کہا کہ آپ میری لونڈی کے پاس جائیں تاکہ میرا گھر تو کسی طرح آباد ہو۔ چنانچہ ان کے کہنے پر حضرت ابراہیم نے حضرت

حاجرہ سے متئع کیا اور ان سے حضرت اسماعیل پیدا ہوئے (پیدائش، باب ۱۶- فقرات ۴۴-۴۵-۴۶)۔ حالانکہ بائبل کی اسی کتاب پیدائش کے باب ۱۲ فقرہ ۱۶ میں بتایا گیا ہے کہ اُس وقت کے فرعون نے بہت مال مویشی اور غلام اور کنیزیں حضرت ابراہیم کو ہدیے میں دی تھیں جن میں سے ایک حضرت حاجرہ بھی تھیں۔ اس لیے حضرت حاجرہ کو حضرت سارہ کی کنیز قرار دینا خود بائبل کی رو سے غلط ہے، اور ان سے متئع کرنے کے لیے حضرت ابراہیم حضرت سارہ کی اجازت کے محتاج نہ تھے۔

پھر بائبل بیان کرتی ہے کہ حضرت اسماعیل فلسطین ہی میں حضرت ابراہیم کے ساتھ رہے، یہاں تک کہ جب وہ ۱۴ برس کے تھے اس وقت حضرت ابراہیم کے ہاں حضرت سارہ سے حضرت اسحاق پیدا ہوئے (پیدائش، باب ۱۸- فقرات ۴۴-۴۵-۴۶ اور باب ۲۱- فقرات ۵-۶)۔ اس کے بعد بائبل کہتی ہے:

”اور وہ لڑکا (یعنی حضرت اسحاق) بڑھا اور اس کا دودھ چھڑایا گیا اور اسحاق کے دودھ چھڑانے کے دن ابراہام نے بڑی ضیافت کی۔ اور سارہ نے دیکھا کہ حاجرہ مصری کا بیٹا جو اس کے ابراہام سے پیدا ہوا تھا ٹھٹھے مارتا ہے۔ تب اس نے ابراہام سے کہا کہ اس لونڈی کو اور اس کے بیٹے کو نکال دے کیونکہ اس لونڈی کا بیٹا میرے بیٹے اسحاق کے ساتھ وارث نہ ہوگا۔ ابراہام کو اس کے بیٹے کے باعث یہ بات بری معلوم ہوئی۔ اور خدا نے ابراہام سے کہا کہ تجھے اس لڑکے اور اپنی لونڈی کے باعث بُرا نہ لگے۔ جو کچھ سارہ تجھ سے کہتی ہے تو اُس کی بات مان..... تب ابراہام نے صبح سویرے اٹھ کر روٹی اور پانی کی ایک مشک لی اور اسے حاجرہ کو دیا بلکہ اس کے کندھے پر دھردیا اور لڑکے کو بھی اس کے ساتھ رخصت کر دیا۔ سودہ چلی گئی اور بڑے سب کے بیابان میں آوارہ پھرنے لگی۔ اور جب مشک کا پانی ختم ہو گیا تو اس نے لڑکے کو ایک جھاڑی کے نیچے ڈال دیا اور آپ اس کے مقابل ایک تیر کے ٹپے پر دوڑ جا بیٹھی اور کہنے لگی کہ میں اس لڑکے کا مرنا تو نہ دیکھوں۔ سودہ اس کے مقابل بیٹھ گئی اور چلا چلا کر رونے لگی۔ اور خدا نے اس لڑکے کی آواز سنی اور خدا کے فرشتے نے آسمان سے حاجرہ کو پکارا اور اس سے کہا اے حاجرہ تجھ کو کیا ہوا؟ مت ڈر، کیونکہ خدا نے اُس جگہ سے جہاں لڑکا پڑا ہے اس کی آواز سن لی ہے۔ اُٹھ اور لڑکے کو اٹھا اور اسے اپنے ہاتھ سے سنبھال کیونکہ میں اس کو ایک بڑی قوم بناؤں گا۔ پھر خدا نے اس کی آنکھیں کھولیں اور اس نے پانی کا ایک کنواں دیکھا اور جا کر مشک کو پانی سے بھر لیا اور لڑکے کو پلایا اور خدا اس

رہائے کے ساتھ تھا اور وہ بڑا جوان اور بیابان میں رہنے لگا اور تیر انداز بنا۔ اور وہ فاران کے بیابان میں رہتا تھا اور اس کی ماں نے ملک مصر سے اس کے لیے بیوی لی دہیدائش۔ باب ۲۱۔ فقرات ۸ تا ۲۱۔

یہ پوری جھوٹی داستان اس لیے گھڑی گئی ہے کہ حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل کا عرب، اور مکہ اور کعبہ اور زمزم سے کوئی تعلق سرے سے ظاہر ہی نہ ہو، کیونکہ حضرت ابراہیم کے سفر عرب پر بالکل پردہ ڈال دینے، اور حضرت اسماعیل کے ۱۴ برس تک فلسطین میں قیام اور اس کے بعد بالآخر بیابان فاران میں ان کے رہنے اور وہیں پانی کا کنواں برآمد ہونے اور مصر کی کسی عورت سے ان کی شادی ہونے کا ذکر اسلام کی تاریخ کے اُس پورے باب پر خط نسخ پھیر دیتا ہے جس کا تعلق دین ابراہیمی کے عربی مرکز سے ہے۔ بائبل میں فاران کے بیابان کا جو ذکر مختلف مقامات پر کیا گیا ہے اس کی رو سے وہ فلسطین کے جنوب، وادی عریبر کے مغرب، و شیب سینا کے شمال اور مصر و بحر روم کے مشرق میں واقع تھا، عرب کے جبال فاران سے اُس کا کوئی تعلق نہ تھا جن میں مکہ واقع ہے۔ اس پر مزید حضرت سارہ اور حضرت ابراہیم کی جو گھناؤنی سیرت اس داستان میں پیش کی گئی ہے، اور جس میں ساتھ ساتھ خود اللہ تعالیٰ کو بھی ملوث کر دیا گیا ہے اس سے خود بنی اسرائیل کے اخلاقی تصورات کی پستی ظاہر ہوتی ہے۔ اس میں ایک پیغمبر حضرت ابراہیم کی بیوی اور دوسرے پیغمبر حضرت اسحاق کی والدہ اس صورت میں ہمارے سامنے آتی ہیں کہ وہ سوکن کے نوجوان بیٹے کا بنسنا تک برداشت نہیں کرتیں اور شوہر کو مجبور کرتی ہیں کہ وہ اسے اور اس کے لڑکے کو اپنی ولایت سے محروم کر کے گھر سے نکال دے۔ شوہر جو ایک جلیل القدر پیغمبر ہیں، اس شکل میں ہمارے سامنے آتے ہیں کہ وہ اپنے ۱۵-۱۶ برس کے بیٹے کو اس کی ماں سمیت صرف روٹی اور پانی کا ایک مشکیزہ دے کر بیابان میں چھوڑ دیتے ہیں اور پھر اس کی پرہیزگاری نہیں کرتے کہ یہ مرتے ہیں یا جیتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی یہ شان ہمیں دکھائی جاتی ہے کہ وہ بنی اسرائیل کے جد امجد حضرت اسحاق اور ان کی ماں کی خاطر حضرت ابراہیم کو یہ ہدایت فرماتا ہے کہ اسحاق کی ماں سوکنا پے کے جلاپے کی بنا پر اُن سے جس ظلم کی فرمائش کر رہی ہیں اس کا وہ ارتکاب کر ڈالیں۔ یہ ساری داستان خود اپنی داخلی شہادت کی بنا پر جھوٹ کی ایک پوٹ ہے۔ تاریخ کے باعزت نام سے اس کو موسوم کرنا لفظ تاریخ کی توہین ہے۔

اس کے مقابلے میں صحیح تاریخ ہم کو قرآن و حدیث سے معلوم ہوتی ہے جس کی تائید ۴ ہزار برس کی منواتر روایات کرتی ہیں جو اہل عرب میں نسلاً بعد نسل منتقل ہوتی رہی ہیں۔

قرآن مجید کا بیان ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے وطن سے ہجرت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصَّالِحِينَ۔ ”میرے پروردگار، مجھے صالح اولاد عطا فرما“ (الصافات۔ ۱۰۰)۔ یہ دعا ایک طویل مدت گزرنے کے بعد پوری ہوئی جب کہ حضرت ابراہیمؑ بہت بوڑھے ہو چکے تھے۔ چنانچہ قرآن مجید ہی میں حضرت ابراہیمؑ کا یہ قول نقل کیا گیا ہے کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي وَهَبَ لِيْ عَلٰى الْكِبَرِ اِسْمَاعِيْلَ وَاسْحٰقَ۔ ”شک ہے اس خدا کا جس نے مجھے بڑھاپے میں اسماعیلؑ اور اسحاقؑ عطا کیے“ (ابراہیم۔ ۳۹)۔ ان دونوں صاحبزادوں کی پیدائش سے پہلے اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو اُن کے پیدا ہونے کی بشارت دے دی تھی۔ پہلے حضرت اسماعیلؑ کی بشارت اِن الْفَاظِیْنَ دِیْ کہ تَبَشِّرُنٰہُ بِغُلَامٍ حَلِیْمٍ۔ ”پس ہم نے اس کو ایک بردبار لڑکے کی بشارت دی“ (الصافات۔ ۱۰۱)۔ اور اس کے کئی سال بعد جب حضرت اسماعیلؑ جوانی کی عمر کے قریب پہنچ چکے تھے، دوسرے صاحبزادے کی بشارت یوں دی وَتَبَشِّرُودُکَ بِغُلَامٍ عَلِیْمٍ۔ اور فرشتوں نے اُن کو (یعنی حضرت ابراہیمؑ کو) ایک ذی علم لڑکے کی خوشخبری دی“ (الذاریت ۲۸)۔ یہ دوسری بشارت جب دی گئی تو حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا اَلْبَشَرُ نَمُوْۤہُ فِیْ عَلٰی اَنْ مَّتَنِ الْکِبَرُ فِیْمَ تَبَشِّرُودُکَ۔ ”کیا تم اس بڑھاپے میں مجھے اولاد کی بشارت دیتے ہو؟ بھلا سوچو تو وہی کہ یہ کیسی بشارت ہے جو تم دے رہے ہو؟“ (الحجر۔ ۵)۔ اور حضرت سارہؑ کا بشارت سن کر یہ حال ہوا فَاَقْبَلَتْ اَهْرَآتُہَا فِیْ عَصَاکَ فَصَلَّتْ وَجْہَہَا وَقَالَتْ عَجُوْۤہُ عَقِیْبُہُ۔ ”اُس کی بیوی چیختی ہوئی آگے بڑھی اور اس نے اپنا منہ پیٹ لیا اور کہنے لگی بوڑھی بانجھ“ (الذاریت، ۲۹)۔ ان آیات کی بنا پر بائبل کے اس بیان کو صحیح سمجھا جاسکتا ہے کہ ۸۶ سال کی عمر میں حضرت ابراہیمؑ کے ہاں حضرت اسماعیلؑ، اور سو سال کی عمر میں حضرت اسحاقؑ پیدا ہوئے (پیدائش، باب ۱۶، فقرہ ۱۶-۱۷ اور باب ۲۱- فقرہ ۵)۔

حضرت اسماعیلؑ کا مکہ میں آباد کیا جانا اوپر کے بیان سے یہ بات تو معلوم ہو چکی کہ حضرت اسماعیلؑ اپنے والد ماجد کے پہلے بیٹے تھے جو بڑھاپے میں پیدا ہوئے تھے۔ ایک عام باپ کو اس عمر میں اولاد نصیب ہونا اس بات کا متقاضی تھا کہ وہ اس بچے کو (جو پہلو ہٹا، ہی نہیں بلکہ چودہ برس تک اکلوتا بھی تھا) سینے سے لگا کر رکھتا اور آنکھوں سے اس کا اوجھل ہونا بھی گوارا نہ کرتا۔ مگر حضرت ابراہیمؑ پیغمبر تھے جن کے لیے سب سے مقدم چیز وہ دعوت حق تھی جس کی خاطر انہوں نے وطن میں مظالم سہے، ہجرت کی، دیار غیر کی یرسوں خاک چھاتے پھرے، اور ہر جگہ خدا کا پیغام پہنچانے میں اپنی ساری طاقتیں اور مختلف خسران خرچ کر دیں۔ اس عزیز و محبوب بچے کی پیدائش کے بعد اُن کو سب سے پہلے یہ فکر ہوئی کہ عرب میں دعوت تو حید کے اُس مرکز کی بنا ڈال دیں جہاں سے دنیا میں آخری نبوت کا ظہور

ہونا تھا اور جیسے قیامت تک کے لیے اس دعوت کا مرکز رہنا تھا۔ قرآن ہمیں بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی حضرت ابراہیمؑ کو اُس مقام کی نشان دہی کر دی تھی جہاں اس مرکز کی تعمیر مطلوب تھی، چنانچہ سورۃ حج میں ارشاد ہوا ہے کہ وَإِذْ أَبَوَانَا لِرَبِّهِمَا مَكَانَ الْبَيْتِ - ”یاد کرو وہ وقت جبکہ ہم نے ابراہیمؑ کے لیے اس گھر (خانہ کعبہ) کی جگہ تجویز کی تھی“ (آیت ۲۶)۔ اس ہدایت کے مطابق اللہ کے اُس عظیم بندے نے اپنے چھوٹے سے بچے کو، جو ابھی دودھ ہی پی رہا تھا، اُس کی حیرت انگیز صبر و توکل رکھنے والی ماں کے ساتھ، ٹھیک اُس مقام پر لے جا کر بظاہر بالکل بے سہارا چھوڑ دیا جہاں آخر کار اُن کو خانہ کعبہ تعمیر کرنا تھا۔

بخاری میں اس واقعہ کو حضرت عبداللہ بن عباس کے حوالہ سے تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، اور اس روایت میں جس طرح ابن عباسؓ نے جگہ جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات نقل کیے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ جو کچھ وہ بیان کر رہے ہیں وہ حضورؐ سے سن کر بیان کر رہے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیمؑ حضرت ہاجرہ اور ان کے بیٹے اسماعیلؑ کو، جبکہ وہ ابھی دودھ پی رہے تھے، لے کر آئے اور ان کو ایک درخت کے نیچے اُس جگہ چھوڑ دیا جہاں بعد میں زمزم نکلا۔ مکہ کی سنان وادی میں اس وقت کوئی ایک انسان بھی موجود نہ تھا اور نہ کہیں پانی پایا جاتا تھا۔ حضرت ابراہیمؑ نے چڑے کا ایک ٹھیلہ، جس میں کھجوریں تھیں، اور پانی کا ایک مشکیزہ حضرت ہاجرہ کو دیا اور واپس روانہ ہو گئے۔ وہ اُن کے پیچھے چلیں اور کھنے لگیں اسے ابراہیمؑ کہاں جا رہے ہو؟ اور ہمیں اس سنان بے آب و گیاہ وادی میں چھوڑے جاتے ہو؟ یہ بات حضرت ہاجرہ نے کئی مرتبہ کہی مگر حضرت ابراہیمؑ نے پلٹ کر نہ دیکھا۔ آخر حضرت ہاجرہ نے کہا کیا اللہ نے آپ کو ایسا کرنے کا حکم دیا ہے؟ جواب میں انہوں نے بس اتنا فرمایا کہ ہاں۔ اس پر وہ بولیں کہ اگر یہ بات ہے تو اللہ ہمیں ضائع نہیں

لے پلٹ کر نہ دیکھنے کی وجہ سے دردی اور بے پروائی نہ تھی۔ حضرت ابراہیمؑ پیغمبر عظیم ہی ہی، بہر حال خفے تو انسان ہی۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں اتنا بڑا خطرہ مول لے رہے تھے کہ پہاڑوں کے درمیان ایک سنان وادی میں اپنے دودھ پیتے بچے اور سنی ماں کو چھوڑے جا رہے تھے۔ اُس وقت ان کے دل پر جو کچھ گزر رہی ہوگی اس کا اندازہ اس صورت حال کا تصور کر کے ہر شخص کر سکتا ہے۔ اس حالت میں اگر وہ بیوی اور بچے کی طرف پلٹ کر دیکھتے تو ممکن ہے کہ دل بھراؤ اور ارادے میں تزلزل پیدا ہو جاتا۔ اس لیے سینے پر پتھر رکھ کر چل پڑے اور جب پیچھے آنے والی بیوی نے بار بار پوچھا تو اس کی طرف دیکھے بغیر بس ہاں کہہ دیا۔

فرمائے گا، اور پلٹ کر بیٹے کے پاس آسیتھیں۔ حضرت ابراہیم جب پہاڑ کی اوٹ میں پہنچے جہاں سے یہ ماں بیٹے نظر نہ آتے تھے تو بیت اللہ کی طرف مد یعنی اس جگہ کی طرف جہاں آخر کار انہیں بیت اللہ تعمیر کرنا تھا، رخ کیا اور اللہ تعالیٰ سے عرض کیا رَبَّنَا إِنِّي أَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِي بُوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْحَرَمِ رَبَّنَا لِيُقِيمُوا الصَّلَاةَ فَاجْعَلْ أَفْئِدَةً مِنَ النَّاسِ تَهْوِي إِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُونَ۔ ”پروردگار، میں نے ایک بے آب و گیاہ وادی میں اپنی اولاد کے ایک حصے کو تیرے محترم گھر کے پاس لایا ہے۔ پروردگار یہ میں نے اس لیے کیا ہے کہ یہ یہاں نماز قائم کریں، لہذا ان لوگوں کے دلوں کو ان کا مشتاق بنا اور انہیں کھانے کو پھل دے شاید کہ یہ شکر گزار بنیں۔“ (ابراہیم - ۳۷)۔ یاد دہرا سماعیل علیہ السلام کی والدہ ان کو دودھ پلاتی رہیں اور مشکیزہ کا پانی پیتی رہیں۔ جب پانی ختم ہو گیا تو انہیں اور بچے کو پیاس لگنی شروع ہوئی۔ وہ بچے کو تڑپتا ہوا دیکھتی رہیں۔ آخر بچے کی حالت ان سے نہ دیکھی گئی اور وادی کی طرف یہ دیکھنے کے لیے چل پڑیں کہ کوئی آدمی نظر آئے، مگر کوئی نظر نہ آیا۔ پھر صفا کی پہاڑی سے اتر کر وادی کے نیچے ہیں آئیں اور اپنا یازوا اٹھا کر اس طرح دوڑیں جیسے کوئی مصیبت زدہ انسان دوڑتا ہے۔ پھر مروہ کی پہاڑی پر چڑھ کر دیکھنے لگیں کہ کوئی آدمی نظر آتا ہے یا نہیں۔ مگر کوئی نظر نہ آیا۔ یہ فعل انہوں نے سات مرتبہ (صفا اور مروہ کے درمیان) کیا۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسی وجہ سے لوگ صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرتے ہیں۔ آخری مرتبہ جب وہ مروہ کی پہاڑی پر چڑھیں تو انہوں نے ایک آواز سنی۔ اپنے آپ سے کہنے لگیں ”چپ رہ“ (یعنی شور مچانا بند کر) اور غور سے سننے لگیں۔ آواز پھر آئی۔ انہوں نے کہا ”اے شخص، تو نے اپنی آواز مجھے سنا دی، کیا تیرے پاس میری فریاد رسی کے لیے کچھ ہے؟“ یکایک انہوں نے زمزم کے مقام پر ایک فرشتہ دیکھا (ابراہیم بن نافع اور ابن مجرین کی روایت میں ہے کہ جبریلؑ کو دیکھا) کہ وہ اپنی ایری یا

سہ یہ اس واقعہ کا اہم ترین تاریخی ثبوت ہے۔ کعبہ کی تعمیر کے بعد جب سے حج کا سلسلہ حضرت ابراہیم ہی کے زمانے میں شروع ہوا اُس وقت سے آج تک سینکڑوں، پھر ہزاروں، پھر لاکھوں پھر کروڑوں انسان اس واقعہ کی یاد میں سعی بین الصفا والمروہ کرتے چلے آ رہے ہیں۔ یہ ہزاروں برس کا متواتر عمل جو بلا انقطاع اُس وقت سے آج تک ہو رہا ہے، اس واقعہ کا ایسا ثبوت ہے جس سے بڑھ کر کسی تاریخی واقعہ کا ثبوت دنیا میں موجود نہیں ہے۔ اس کے برعکس بائبل بیا بان فاران کا جو واقعہ بیان کرتی ہے وہاں نہ پہلے کبھی اس طرح کی سعی ہوئی، نہ آج ہو رہی ہے۔

بازو سے زمین کھود رہے ہیں، یہاں تک کہ پانی نکل آیا۔ حضرت ماجرہ لب بھر بھر کر وہ پانی مشکیزہ میں بھرنے لگیں اور جیسے جیسے وہ پانی بھرتی گئیں پانی ابل ابل کر اوپر آتا رہا۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اللہ اسماعیل کی ماں پر رحمت فرمائے، اگر وہ زمزم کو اُسی حالت پر چھوڑ دیتیں (یعنی چاروں طرف مٹی ڈال کر اسے نہ گھیر لیتیں) تو زمزم بننا ہوا چشہ بہنا۔" اس طرح حضرت ماجرہ پانی پینے لگیں اور اپنے بچے کو دودھ پلانے لگیں۔ فرشتے نے ان سے کہا "مضائع ہونے کا اندیشہ نہ کرو۔" یہاں اللہ کا گھر ہے جسے یہ بچہ اور اس کا باپ دونوں تعمیر کر دیں گے اور اللہ اس گھر کے لوگوں کو مضائع نہیں کرے گا۔ یہ حالت کچھ مدت رہی تھی کہ قبیلہ بنو زہم کے کچھ لوگ کدو کی طرف سے آئے اور کدو کے نیچے کی طرف ٹھہرے۔ وہاں انہوں نے دیکھا کہ ایک پرندہ ایک مقام کے گرد اڑ رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ یہ پرندہ تو بیانی پر چکر لگا رہا ہے۔ ہم اس سے پہلے بھی اس وادی سے گزرے ہیں مگر یہاں کوئی پانی نہ تھا۔ پھر انہوں نے اپنے ایک دو آدمی بھیجے تو انہوں نے دیکھا کہ وہاں پانی موجود ہے۔ انہوں نے واپس جا کر ان لوگوں کو اس کی خبر دی۔ وہ آئے تو حضرت اسماعیل کی والدہ کو وہاں پایا۔ انہوں نے کہا کیا تم ہمیں اجازت دیتی ہو کہ ہم تمہارے پاس اتر جائیں؟ انہوں نے کہا ہاں، مگر بیانی تمہارا نہیں بلکہ میرا ہے۔ انہوں نے یہ بات مان لی۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس جرّحی نے اسماعیل کی ماں کو ملنا پایا، اور وہ خود بھی چاہتی تھیں کہ کچھ انسان یہاں آباد ہوں۔ چنانچہ وہ لوگ وہاں ٹھہر گئے اور اپنے خاندان والوں کو بھی وہاں بلا لیا یہاں تک کہ کئی خاندان وہاں بس گئے۔ حضرت اسماعیل انہی لوگوں میں پہلے بڑھے اور انہی سے عربی زبان سیکھی۔ جرّحیوں کو یہ لڑکا بہت پسند آیا اور وہ یہ چاہنے لگے کہ انہی کے ہاں اس لڑکے کی شادی ہو۔

بیٹے کی قربانی کا واقعہ حضرت ابراہیم اپنے پیارے بیٹے اور بیوی کو اس وادی میں چھوڑ کر ان سے بے پردہ و انہیں ہو گئے تھے بلکہ وقتاً فوقتاً خبر گیری کے لیے آتے اور کچھ مدت تک قیام کرتے رہتے تھے۔ حضرت ابراہیم نے اسی جگہ اپنی بیوی اور دودھ پیتے بیٹے کو چھوڑتے وقت دعا مانگی تھی کہ رَبِّ اجْعَلْ هَذَا الْبَلَدَ آمِنًا "اے میرے رب، اس کو پر امن شہر بنا دے" ٹھیک اس دعا کے مطابق وہی سنسان مقام اب ایک بستی بن چکا تھا اور یہ بات

اسلامیہ میں کے قدیم قحطانی عربوں کا ایک قبیلہ تھا۔

اسلامی حضرت ابراہیم کی زبان نہ تھی کیونکہ وہ عراق کے رہنے والے تھے اور پھر کنعان میں آباد ہوئے۔ حضرت

ماجرہ کی زبان بھی عربی نہ تھی کیونکہ وہ مصری تھیں۔

عینِ قربن قیاس ہے کہ حضرت ابراہیم نے اس دوران میں اس جگہ بسنے والے جبرہیموں کے اندر اسلام کی تبلیغ بھی ضرور کی ہوگی۔ اس کے بعد وہ واقعہ پیش آیا جو تاریخِ انسانی میں اپنی نظیر نہیں رکھتا، یعنی حضرت ابراہیم اپنے بڑے چاہے کی اولاد اپنے پیلوٹے اور اکلوتے بیٹے کو ایسی حالت میں جبکہ وہ جوانی کی عمر کے قریب پہنچ رہا تھا، اپنے رب کا ایک اشارہ پاتے ہی قربان کرنے کے لیے تیار ہو گئے۔ قرآن مجید میں یہ واقعہ اس طرح بیان کیا گیا ہے:

فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يَبْنَئِي إِنِّي  
أَرَى فِي الْمَنَامِ أَنِّي أَذْبَحُكَ فَانْظُرْ  
مَاذَا أُنْزِلُ - قَالَ يَا بَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمِرُ  
سَتَجِدُنِي إِن شَاءَ اللَّهُ مِنَ الْعَابِرِينَ  
فَلَمَّا أَسْلَمَا وَتَلَّهُ لِلْجَبِينِ وَ  
نَادَيْنَاهُ أَنْ يَا بُرْهِيمُ قَدْ صَدَّقْتُ  
الرُّءْيَا إِنَّا كَذَلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ  
إِنَّ هَذَا لَهُوَ الْبَلَاءُ الْمُبِينُ  
وَفَدَيْنَاهُ بِذَبْحٍ عَظِيمٍ -

(الشعفت - ۱۰۲-۱۰۴)

پھر جب وہ لڑکا اُس کے ساتھ دوڑ دھوپ کرنے کی عمر کو پہنچ گیا تو (ایک روز) ابراہیم نے کہا ”بیٹا، میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں۔ اب تو بتا، تیرا کیا خیال ہے؟“ اس نے کہا ”ابا جان، جو کچھ آپ کو حکم دیا جا رہا ہے اسے کر ڈالیے۔ آپ ان شاء اللہ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے“ آخر کو جب ان دونوں نے تسلیم ختم کر دیا اور ابراہیم نے بیٹے کو ماتھے کے بل گرا دیا اور ہم نے اس کو نذادی کہ ”اے ابراہیم، تو نے خواب سچ کر دکھایا۔ ہم ٹیکہ کرنے والوں کو ایسی ہی جزا دیتے ہیں۔ یقیناً یہ ایک کھلی آزمائش تھی اور ہم نے ایک بڑی قربانی فدیے میں دے کر اس بچے کو چھڑا لیا۔

یہ واقعہ مکہ میں پیش آیا تھا اور حضرت ابراہیم جس مقام پر بیٹے کو قربانی کے لیے لے گئے تھے وہ منیٰ کا مقام تھا جہاں آج تک اُسی تاریخ (۱۰ ذی الحجہ) کو قربانیاں کی جا رہی ہیں۔ نیز یہ واقعہ اُس وقت پیش آیا تھا جب حضرت اسماعیل کی عمر ۱۲-۱۳ سال سے زیادہ نہ تھی۔ اور حضرت اسحاق ابھی پیدا نہ ہوئے تھے، کیونکہ اسی سورہ صافات میں اس واقعہ کو بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

لَهُ مَن لَّي جَانَا اس لیے ضروری تھا کہ مکہ میں اُس وقت آبادی ہو چکی تھی اور حضرت اسماعیل کی والدہ ماجدہ بھی وہاں موجود

تھیں۔ اسی وجہ سے آپ مکہ کے باہر منیٰ کی سنان پہاڑیوں میں بیٹے کو لے گئے۔

وَبَشِّرْهُ بِأَسْحٰقَ نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ اور ہم نے ابراہیم کو اسحاق کی بشارت دی، ایک نبی صالحین سے“  
(آیت ۱۱۲)۔

مذکورہ بالا آیات میں چند امور تشریح طلب ہیں جن کی ہم یہاں وضاحت کرتے ہیں:

(۱) حضرت ابراہیم نے خواب میں یہ نہیں دیکھا تھا کہ انہوں نے بیٹے کو ذبح کر دیا ہے بلکہ یہ دیکھا تھا کہ وہ اسے ذبح کر رہے ہیں۔ لیکن اُس وقت انہوں نے خواب کا مطلب یہی سمجھا کہ اللہ تعالیٰ ان کے صدیقی ایمانی کا امتحان لینے کے لیے بیٹے کی قربانی طلب فرما رہا ہے، اس لیے وہ ٹھنڈے دل سے اپنے نعتِ جگر کو قربان کرنے کے لیے تیار ہو گئے۔

(۲) صاحبزادے سے پوچھنے کا مقصد یہ نہ تھا کہ تو راضی ہو تو اللہ تعالیٰ کے اس حکم پر عمل کروں ورنہ نہ کروں۔ بلکہ حضرت ابراہیم یہ دیکھنا چاہتے تھے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے جس صالح اولاد کے عطا کرنے کی دعا مانگی تھی، وہ فی الواقع کس قدر صالح ہے؟ اگر وہ خود بھی اللہ کی خوشنودی پر جان دینے کے لیے تیار ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ دعا مکمل طور پر قبول ہوتی ہے اور بڑیا محض جسمانی حیثیت ہی سے ان کی اولاد نہیں ہے بلکہ اخلاقی و روحانی حیثیت سے بھی واقعی ان کا پوتہ ہے۔

(۳) حضرت اسماعیل کا یہ کہنا کہ ”جس چیز کا آپ کو حکم دیا جا رہا ہے اسے کر ڈالیے“ یہ معنی رکھتا ہے کہ وہ اپنے پیغمبر آپ کے خواب کو اللہ کا حکم اور بمنزلہ وحی سمجھتے تھے، اگر ان کا یہ خیال صحیح نہ ہوتا تو حضرت ابراہیم فرماتے کہ یہ محض خواب ہے حکم نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ بھی ان آیات میں ان کے اس خیال کی تردید فرما دیتا۔ یہ بات منجملہ ان دلائل کے ہے جن کی بناء پر اسلام میں نبی کے خواب کو کیے از اقسام وحی مانا جاتا ہے۔

(۴) حضرت ابراہیم نے بیٹے کو ذبح کرنے کے لیے چپ نہیں ٹایا بلکہ پیشانی کے بل ٹایا، تاکہ نیچے کا منہ دیکھ کر پدرانہ شفقت ہاتھ میں لرزش نہ پیدا کر دے۔ اس لیے وہ چاہتے تھے کہ نیچے سے ہاتھ ڈال کر گلے پر چھری چلائیں۔

(۵) قبل اس کے کہ حضرت ابراہیم بیٹے کو ذبح کرتے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ اے ابراہیم تو نے خواب صحیح کر دکھایا، اس بنا پر بالکل بجا اور درست تھا کہ خواب میں یہ نہیں دکھایا گیا تھا کہ آپ نے بیٹے کو ذبح کر دیا ہے، بلکہ یہ دکھایا گیا تھا کہ آپ ایسا کر رہے ہیں۔ اس لیے جب آپ نے وہ بات پوری کر دی جو خواب میں

دفعہ ۱۴۔ مکرر مجرم کرنے والے مجرم کی توبہ سے متعلق تحقیقی کارروائیاں

(۱) دوبارہ مجرم کرنے والے مجرم کو سابقہ دفعہ کے بند خیرا کی روشنی میں تین سال جیل میں رہنے سے قبل رہا نہیں کیا جاسکتا۔

(۲) مجرم کو اس بات کا حق ہے کہ یہ مدت (تین سال) گزر جانے کے بعد نیا بت عامہ (پبلک پراسیکیوٹر) کے پاس درخواست پیش کرے جس میں سرقہ یا حراہ سے توبہ کا اعلان ہو، پھر نیا بت عامہ اس بات کی تحقیق کرے اور جیل میں اس کے چال چلن کے بارے میں متعلقہ لوگوں سے پوچھ گچھ کرے، اور یہ بھی کہ کیا اس کو رہا کرنے سے اصلاح کی امید ہے یا نہیں؟ (ان تحقیقات واستفسارات کے بعد) پبلک پراسیکیوٹر اپنی تحقیقات کے اوراق اپنی رائے کے ساتھ اس عدالت میں پیش کرے جہاں سے (مجرم کی سزا کا) فیصلہ صادر ہوا تھا۔

(۳) عدالت مجرم کو رہا کرنے کا فیصلہ صادر کرے گی اگر اس کے نزدیک مجرم کی توبہ ثابت ہوگئی۔ عدالت کو اس بات کا حق ہوگا کہ وہ جیل سے رہائی کے بعد کچھ مدت کے لیے اس کی نگرانی کی شرط بھی لگا دے۔ نگرانی کی یہ مدت اس باقی مدت سے زیادہ نہیں ہو سکتی جتنی مدت کے لیے جیل کا فیصلہ عدالت نے مجرم کے حق میں پہلے صادر کیا تھا۔ (عدالت مجرم سے باز رکھنے کے لیے) دوسری حفاظتی تدابیر کا حکم بھی دے سکتی ہے، بشرطیکہ وہ حریت (انسانی آزادی) کو مفید نہ کرتی ہوں۔

(۴) اگر عدالت نے (توبہ کی) درخواست نامنتظر کردی تو نامنتظری کی تاریخ سے (پورے) ایک سال تک دوبارہ (مجرم) درخواست پیش نہیں کر سکتا۔

(بقیہ ماحشیہ صفحہ سابقہ) معافی اور جیل سے رہائی کی شرط ساقط کر دی ہے، تاکہ چور کے لیے دوسری بار چوری کرنے میں عدم قطع کی جو آسانی فراہم کی گئی تھی اس کا وہ ناجائز فائدہ نہ اٹھائے۔ خدا کے دربار میں معافی تو ہر وقت ممکن ہے۔ مقنن نے اس طرح مزید چوری کا دروازہ بالکل بند کر دیا۔

۱۵۔ دراصل توبہ خدا اور بندہ کے درمیان ہوتی ہے اور یہ دل کی اس کیفیت کا نام ہے جس سے گناہ گار کو گناہ سے نفرت ہو جاتی ہے اور وہ گناہ سے باز رہنے کا عہد کرتا ہے۔ لیکن قانونی طور پر اس کی تحقیق اور تہیٰ ضروری ہے اور شریعت کے اصولوں اور مصلحت کے تقاضوں کے خلاف نہیں ہے کیونکہ اس سے مقصود سوسائٹی اور فرد کی اصلاح ہے۔